بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ؕ

نظرات

اِس دفعہ حکومتِ پاکستان نے بہت اچھّا کیا کہ نہ صرف یہ کہ اس امر کا اہتمام کر دیا کہ رمضان کے چاند کا اس کی طرف سے اعلان ہوگا بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی صادر کر دیا گیا کہ حکومت کے سوا کسی جماعت، گروہ یا فرد کو رمضان کے نئے چاند کے اعلان کرنے کی اجازت نہیں ہوگی. یقیناً شوال اور ذوالحجہ کے نئے چاندوں کے متعلق بھی اسی پالیسی پر عمل ہوگا اور بدقسمتی سے چند سالوں سے ہمارے ہاں خاص طور سے عیدالفطر کے چاند کے بارے میں جو بدمزگی اور افراتفری رونما ہو رہی ہے، اِس طرح اُس کا ہمیشہ کے لئے سدّباب ہو جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی اپنی ایک خالص دینی و شرعی حیثیت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ملّتِ اسلامی کی اجتماعیّت کے شعائر بھی ہیں. شاہ ولی اللہ صاحب عیدین کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں مواقع پر زیادہ سے زیادہ ملّی اجتماع ہونا چاہیئے تاکہ ملت کی شوکت و عظمت کا مظاہرہ ہو، اسی لئے مردوں کے علاوہ بچوں اور پردے والی خواتین تک کا عیدگاہ میں جانا مستحب قرار دیا گیا. شاہ صاحب کے نزدیک عیدین میں نماز اور خطبہ اس لئے مسنون فرمایا گیا تاکہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع ذکرِ الٰہی اور شعائرِ دین کی عظمت و احترام سے خالی نہ رہے۔

ایک اسلامی مملکت میں تو عیدین کی اجتماعی حیثیت اور بھی اہم اور نمایاں ہوتی ہے، کیونکہ عیدین کی نمازوں میں سربراہ مملکت اور اس کے نائبین کی حاضری لازمی ہے۔ نیز عیدین کی جملہ تقریبات میں بھی سب مسلمانوں کو بحیثیت ملّت شریک ہونا ہوتا ہے۔ غرض عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جہاں ایک طرف ہمارے دینی شعائر ہیں، وہاں اس کے ساتھ وہ ملّی اجتماعیت کے مظاہر بھی ہیں۔ آزاد اسلامی ملک کی عید صحیح

معنوں ہیں" شکوہِ ملک و دین" ہونی چاہیئے۔

عیدین کی اسی شرعی و دینی اور اجتماعی حیثیت کے پیش نظر تمام مسلمان ملکوں میں یہ مسلمہ دستور ہے کہ شوال اور ذوالحجہ کا نیا چاند ہونے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن مقرر کرنے کا اعلان حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں باقاعدہ انتظامات ہیں۔ اور ان کے مطابق بغیر کسی گڑبڑ کے عیدیں ہوتی ہیں اور لوگ اجتماعی طور پر انہیں مناتے ہیں۔ یہ ذمہ داری دراصل ہے ہی حکومت کی یعنی ایک اسلامی حکومت کی کیونکہ ایک اجتماعی فیصلے کی اصولاً اور عملاً بھی وہی مجاز ہوتی ہے اور عیدوں کی اجتماعی حیثیت تو مسلّم ہی ہے

شرعاً رویت ہلال سے روزوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور اسی کی بنا پر عید الفطر منائی جاتی ہے۔ اب ہمارے ہاں چند سالوں سے رویت ہلال کا مسئلہ مابہ النزاع بنا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں پہلا سوال تو یہ اٹھایا جاتا ہے کہ آخر رویت ہلال کس کی معتبر سمجھی جائے۔ اور دوسرا یہ کہ اگر پاکستان کے ایک حصے میں نیا چاند دیکھ لیا جائے تو کیا وہ رویت پورے پاکستان کے لئے حجت ہوگی؟ اس میں تو شک نہیں کہ ایک شام کو بعض جگہ نیا چاند ہوتا ہے اور بعض جگہ نہیں۔ اسے اصطلاحاً مطالع کا اختلاف کہتے ہیں۔ ہمارے بعض فقہاء کا یہ فتویٰ ہے کہ جن شہروں کے درمیان اختلافِ مطالع ہو، وہاں ایک شہر کی رویت ہلال دوسرے کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ لیکن بہت سے فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ رویت کی شہرت ہو جائے اور جہاں چاند نہیں دیکھا گیا، وہاں اس کے دیکھے جانے کی خبر تحقیق کے ساتھ پہنچ جائے۔

فتاوی قاضی خاں (م ۵۹۲ ھ) میں ہے:۔ ظاہر الروایات میں اختلاف مطالع معتبر نہیں۔ اور ایسا ہی شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد بن صالح الحلوانی (م ۴۴۸ ھ) نے ذکر کیا ہے۔ ظاہر الروایات سے مراد امام محمدؒ الشیبانی کی یہ کتب اصول ہیں:۔ المبسوط۔ الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر۔ السیر الصغیر اور السیر الکبیر ہیں۔ ان پر حنفی فقہ میں سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور بہت سے فقہاء نے بھی اختلاف مطالع کے نامعتبر ہونے پر صاد کیا ہے۔ علامہ سراج الدین عمر ابن ابراہیم المعروف بہ ابن نجیم (م ۱۰۰۵ ھ) "النہر الفائق" میں لکھتے ہیں کہ ظاہر مذہب میں اہل مغرب کے چاند دیکھنے

کو اہل مشرق کے لئے مان لینا ضروری ہوتا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ البتہ تمام فقہاء نے یہ شرط ضرور لگائی ہے کہ رویت کی خبر متحقق طور پر پہنچ جائے۔

یہ تو ہوا اختلاف مطالع کا مسئلہ، اس کی رُو سے اگر مثال کے طور پر پاکستان کے کسی حصے میں رویت ہلال ثابت ہو جائے، اور اس کی خبر پاکستان کے دوسرے حصوں میں بالتحقیق پہنچ جائے اور اس کی خوب تشہیر ہو جائے، تو وہاں بھی یہ رویت اسی طرح تسلیم کی جائے گی جیسے اس حصۂ ملک میں جہاں چاند دیکھا گیا ہے۔

اب سوال رہ گیا رویت کا۔ رویت سے کیا مراد ہے، اور اس سلسلے میں کس کی رویت معتبر سمجھی جائے گی ؟ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ ایک بدو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ تحقیق کے بعد جب ثابت ہو گیا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے تو آپؐ نے روزہ رکھنے کا اعلان کرا دیا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ایک عادل مسلمان یا ایک مستور الحال مسلمان کی شہادت رویت ہلال کے لئے کافی ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس رویت کی تحقیق ہیئت حاکمہ کو کرنا ہوگی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے "صدق جدید" میں مولانا شبلی کے "سفرنامہ روم و مصر و شام" سے یہ اقتباس دیا ہے۔ مولانا مرحوم دوران سیاحت جب بیت المقدس کے مفتی سے ملنے گئے تو ان کی مجلس میں قرآن کی اس آیت الم تر کیف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد پر بحث ہو رہی تھی۔ سوال یہ تھا کہ یہ واقعہ تو رسول اللہ صلعم کی ولادت سے بہت عرصہ پہلے کا تھا۔ اور آپؐ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ الم تر (کیا تم نے نہیں دیکھا) مولانا شبلی نے اس پر کہا کہ رویت کا اطلاق علم یقین پر بھی ہوتا ہے۔ اور مثال کے طور پر الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل کی آیت پیش کی۔ مفتی بیت المقدس نے اس کی تائید کی اور کہا کہ یہ جواب بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں جائے گفت گو نہیں۔

مولانا دریابادی صاحب اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"بات بالکل صاف و ظاہر ہے۔ قرآن مجید ہی میں ان دو کے علاوہ اور بھی متعدد آیتیں اس کی تائید میں ہیں کہ رویت کے مفہوم میں علم عینی ہی نہیں، ہر علم یقینی داخل ہے، خواہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوا ہو۔ لغت کی صریح شہادت اس پر مستزاد ہے۔"

اس کے بعد مولانا موصوف فرماتے ہیں:۔

"اس پر بھی ایک گروہ اس پر مصر ہے کہ رویت ہلال میں مراد صرف علم بصری یا عینی ہی لی جائے گی۔"

سوال یہ ہے کہ اگر علم ہیئت سے، جس کے صحیح و یقینی ہونے میں کسی کو شک نہیں، یہ ثابت ہو جائے کہ مثال کے طور پر پاکستان کے فلاں فلاں حصے میں عید کا چاند لازماً ہوگا، خواہ بادلوں کی وجہ سے یا کسی اور فضائی گڑبڑ کی بنا پر دیکھا نہ جا سکے، تو اس یقینی علم کو تسلیم کر کے کیوں نہ پہلے سے عید کے دن کا تعین کر لیا جائے، جیسا کہ آجکل اکثر مسلمان ملکوں میں ہوتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ کسی کو اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ دوسرے دفاتر اور کاروباری اداروں کو آخر وقت تک یہ جو تذبذب رہتا ہے کہ معلوم نہیں عید کب ہو، اور کام کرنے والا عملہ کس دن چھٹی کرے، یہ ختم ہو جائے گا۔ اور قومی زندگی میں نظم و ضبط پیدا ہو سکے گا۔

رویت سے اصل مقصود تو کسی چیز کے وجود کا اثبات ہے۔ خواہ یہ مشاہدہ بصری سے حاصل ہو یا ہیئت جیسے یقینی علم سے۔ اور جب اختلاف مطالع اکثر فقہاء کے ہاں معتبر نہیں، تو پاکستان کے کسی حصے کے متعلق یہ معلوم کرنا کہ وہاں لازمی طور پر نیا چاند ہوگا، اتنا ہی یقینی ہے، جس قدر کہ آنکھوں سے دیکھنا، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس صورت میں کیا یہ ٹھیک نہیں ہوگا کہ رویت کو صرف رویت بصری سے مختص نہ کر دیا جائے، بلکہ اس سے مراد علم ہیئت سے حاصل شدہ علم یقینی بھی لیا جائے۔

بہرحال اس کی نوبت تو جب آئے گی، آئے گی، فی الحال اتنا تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہیئے کہ خواہ پاکستان کے ایک حصے میں عید کا چاند نہ بھی ہو، لیکن اگر وہ دوسرے حصۂ ملک میں ہو جاتا ہے، تو فقہاء کے فتویٰ کے مطابق اختلاف مطالع کو اس بارے میں غیر معتبر سمجھتے ہوئے ایک ہی دن پورے پاکستان میں عید کی جائے۔ کیونکہ اس زمانے میں خبر پہنچانے اور اس کی تصدیق و تحقیق کرنے کے ذرائع اتنی ترقی کر گئے ہیں کہ مشرقی پاکستان کے آخری کونے کی خبر چند منٹوں میں مغربی پاکستان کے آخری کونے تک پہنچ سکتی ہے اور فوراً اس کی تصدیق و تحقیق بھی کی جا سکتی ہے۔

اس معاملے میں اصل دار و مدار تو رویت اور اس کی تشہیر اور ابلاغ کا ہے۔ دوسرے یہ کہ رویت ہوئی یا نہیں۔ اس کا فیصلہ اجتماعی طور پر تو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ حکومت اس کی ذمہ دار ہو، وہ

اس کا مناسب اور اطمینان بخش انتظام کرے اور اسے ہی اس کے اعلان کا حق ہو۔

"رویت ہلال علم ہیئت کے نقطۂ نظر سے" کے عنوان سے حال میں "ترجمان القرآن" لاہور میں ایک مضمون تین قسطوں میں چھپا ہے جس میں ایک "ماہرِ فن" نے رسالے کے پیش کردہ سوالنامہ کے جواب دیئے ہیں۔ صاحب موصوف نے اس بارے میں جو فنی تصریحات کی ہیں، وہ اس موضوع سے خارج ہیں۔ مسئلہ تو دراصل یہ ہے کہ چونکہ روزوں اور عید کا حساب نئے چاند پر ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ علم ہیئت کی مدد سے یہ پتہ چل جائے کہ فلاں فلاں علاقے میں فلاں فلاں تاریخ کو نیا چاند ہوگا۔ اب رہا اس کی رویت کا سوال تو اس کا تعلق علم ہیئت سے نہیں بلکہ لوگوں کے اس فیصلے سے ہے کہ وہ رویت کے لئے کیا معیار مقرر کرتے ہیں۔

ان "ماہرِ فن" صاحب نے اس سوال کا :- "کیا یہ صحیح ہوگا کہ رویت کے بجائے اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش کو رمضان اور عیدین کی تاریخیں مقرر کرنے کے لئے بنیاد بنا لیا جائے"؟ - جو جواب دیا ہے، اس کا ایک جملہ یہ ہے :- "۔۔۔۔ دین فطرت کے احکام کی طرح راقم الحروف کی رائے میں ان سے متعلق تعینات و شرائط بھی مابعد الطبیعیاتی مصالح اور حکمتیں رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ بھی احکام میں شامل ہیں اور ان سے ہٹنے کی صورت میں ہم متعلقہ مابعد الطبیعیاتی اثرات سے، جو ہمارے لئے مفید ہیں، محروم ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔"

اوّل تو یہ سوال علم ہیئت کے ایک ماہرِ فن سے کرنے کا نہیں، کیونکہ اس کا دُور سے بھی اس علم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور پھر نئے چاند کی پیدائش کے بجائے بعض آنکھوں سے صرف اس کے دیکھے جانے کو مابعد الطبیعیاتی مصالح اور حکمتوں کا حامل قرار دینا اسے کون علم یا فن کہے گا۔

ہیئت کے اس ماہرِ فن نے اپنے علم کے بجائے مابعد الطبیعیاتی امور پر زیادہ گفت گو کی ہے۔ لکھتے ہیں :- "۔۔۔۔ قمری مہینوں کا آغاز رویت ہلال سے ہونا فطرت کا ایک معیار ہے۔ اور فطرت کے اس معیار کی بنیادوں پر بعض تاریخوں یا خصوصی دنوں اور راتوں کا تعین ہوتا ہے۔ شب برات جو رویت ہلال کے حساب سے ماہ شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے، انتظام قضا و قدر میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس رات کو اگلے ایک سال کے واسطے روئے زمین کے تمام انسانوں کے مقدرات کے

مطابق احکام جاری ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس سال کے دوران پیدا ہونے والے بچوں کے لئے رزق اور دوسرے مقدرات کے تعین کے مطابق انتظام اسی رات کو ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "

موصوف نے ہر جگہ روئیت پر زور دیا ہے، جو ظاہر ہے انسانوں کا عمل ہے "ہلال" کا نہیں۔ لیکن وہ خود ہی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام دنیا میں ہلال کی روئیت ایک ہی دن ہو اور ہمیشہ ہوتی رہے، یہ ناممکن ہے۔ اور یہ تو ہر سال ہوتا ہے کہ عرب ملکوں میں ہم سے ایک اور بعض دفعہ دو دن پہلے عیدیں ہو جاتی ہیں۔

○

علم ہیئت کے "ماہرِ فن" نے قمری مہینوں کا نئے دیکھے جانے والے چاند سے آغاز کو مابعد الطبیعیاتی معنویت کا حامل بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ تاریخیں لازماً ماورائے مادی حکمتیں اور خصوصیات رکھتی ہیں۔ لیکن اس ساری بحث سے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ یہ ہے :-

"۔ ۔ ۔ دنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہر سال دو ایک ایسے روزے رکھتی ہے، جو فرض نہیں ہیں۔ اور ان کے بدلے دو ایک روزے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس سنگین صورت حال سے متعلق ایک قوی شبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض اتفاقاً نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ ایک ایسی سوچی سمجھی اور گہری سازش کا نتیجہ ہے، جس کا ہدف سارا عالم اسلام ہے۔ دشمنانِ اسلام اس دین کے حقائق، ان حقائق کی صداقتوں اور ان کے اثرات سے بخوبی واقف ہیں۔ چنانچہ آج کل ان کی تمام تر کوششیں اس طرف مرکوز ہیں کہ مسلمان نہ صرف ان حقائق سے ناواقف رہیں بلکہ انہیں ان سے منحرف بھی کر دیا جائے۔ اور ان کی موجودہ لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں گمراہی کے مختلف راستوں پر ڈالا جائے ۔ ۔ ۔ "

اور آخر میں یہ رائے دی ہے :- "کیا تعجب ہے کہ اپنی اہم ترین عبادتوں سے ایسی لاپرواہی، ان کی صحیح تاریخوں کے تعین کے اصول اور ان کی روح سے ایسی ناقابل یقین لاعلمی اور انہیں اتنا ہلکا سمجھنا ہماری موجودہ محرومیوں اور ناکامیوں کے اسباب میں سے ایک سبب ہو"

معلوم ہوتا ہے کہ علم ہیئت کی یہ ساری تصریحات دراصل اس موقف کی تائید کے لئے ہیں، جو گزشتہ سال "ترجمان القرآن" سے متعلق جماعت نے اختیار کیا۔

○

اس بارے میں شاہ ولی اللہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ روزے کے احکام کے ضمن میں فرماتے ہیں :- یہ بھی ضروری تھا کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ضابطہ ہو کیونکہ عربوں کے ہاں پورے دن کا یہی حساب

تھا۔ اسی طرح ان کے ہاں مہینہ کا ضابطہ ایک چاند سے دوسرے چاند کے دیکھنے تک کا تھا۔ وہ شمسی مہینوں سے حساب نہیں لگایا کرتے تھے۔ چونکہ روزوں سے ایک تشریعی حکم مقصود تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ مہینہ کے تقرر میں ہر ایک کو آزاد نہ چھوڑا جائے۔

اور روزوں کی حکمت کیا ہے؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔ مسلمان جب کسی عمل کو اجتماعی طور پر کرتے ہیں تو اس سے ایک تو ایک دوسرے کو عمل کی ترغیب ہوتی ہے۔ دوسرے یہ عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نیز مسلمانوں میں اتفاق و یک جہتی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے ملکوتی برکات نازل ہوتی ہیں۔

اور پھر لکھتے ہیں:۔ جب روزوں کے لئے مہینہ کا تعین ضروری ہو گیا، تو اس مہینے سے زیادہ اور کون سا مہینہ اس کا مستحق تھا جس میں کہ قرآن نازل ہوا اور ملت محمدیہ مصطفویہ کا سنگِ بنیاد پڑا اور جس میں لیلۃ القدر کے ہونے کا گمان ہے۔

حکومت پاکستان کی طرف سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام آئندہ فروری میں نزول قرآن حکیم کی چودہ سو سالہ تقریب منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس میں شرکت کے لئے پاکستان کے علماء کرام اور ارباب علم و فکر کے علاوہ دنیا کے دوسرے ملکوں کے ممتاز علماء دین کو بھی مدعو کیا گیا ہے جن میں بہت سوں کی طرف سے اس عالمی اسلامی اجتماع میں شریک ہونے کی اطلاعات آچکی ہیں۔ اس اجتماع میں مختلف مسائل پر جو آج پوری انسانیت کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص درپیش ہیں، مقالات پڑھے جائیں گے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے جب قرآن نازل ہوا تھا تو جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد ہوا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ "اُم القریٰ ومن حولہا" کو ڈرائیں وہاں آپؐ کو اس پیغام کے ساتھ سب عالمین کے لئے رحمت بھی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ (وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین)۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کا پیغام اپنے اُس دور میں تمام دنیا کے رحمت بنا۔ اس نے پوری انسانیت کو بدل دیا۔ اور تاریخ کے ایک نئے عہد کو جنم دیا۔ قرآن جب نازل ہوا تھا تو دنیا کا نقشہ اس آیت قرآنی کا مصداق تھا "ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" آج بھی کم و بیش دنیا کی یہی کیفیت ہے۔ چنانچہ وہ بڑی بے تابی سے کسی ایسے پیغام کی منتظر ہے، جو اسے اس خطرناک حالت سے نکال کر طمانیت و امن عطا کر سکے۔

آج عالم اسلامی کو قرآن حکیم سے اس حیات بخش اور انسانیت پرور پیغام کو نہ صرف خود اخذ کرنا ہے بلکہ باقی دنیا کو بھی اس سے متعارف کرانا ہے۔ خدا کرے یہ اجتماع جس میں ہر ملک کے اہل علم حضرات جمع ہوں گے، قرآن کی اس دعوت کی تعیین اور تشریح میں کامیاب ہو۔